

”پھر تم بت شائی ہو — میں بھی اکیس برس کی ہوں... تم اگر کم عمر ہو تو تم  
بے حد گلٹی محسوس کرتی —“ اس نے لابرداں سے اُس کی ران پر باتھ رکھ کر کما اور  
ذرا چوکنا ہو گیا۔ لیکن سینما ہال میں اندر ہمرا بست تھا اور ساہنی کلکٹر کے بازاروں میں  
کھولے مشقت کے پینے میں انسانی بوجھ کھینچ رہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ اس جیسا  
مشقت کے باوجود وہ اپنی دو بیگنے زمین رہن سے نہیں چھڑا سکے گا۔

وہ پتہ نہیں کس جانور کی کھال تھی جس کی ملاتمت میں اُس کی ستواں ناک تھی  
اور کھال پر پیمنہ کیسے آ سکتا ہے اور اُس میں ایک وحشت بھری ملک آتی تھی جو اس  
ستہ سالہ بدن میں یوں سرات کرتی تھی... جیسے... جیسے...

کوکی اُس پستہ قد اور نہ انکار کرنے والی لڑکی کے ساتھ پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا اور  
وہ اُسے — اُرسلہ کو گھر چھوڑنے جا رہا تھا۔ کوبلڈ شریٹ — دیران اور ڈھنڈ میں ملبوڑا  
جہاں اُس کی ہائی ہیل کہیں کہیں انکھی تھی اور وہ اُس کا سارا لیتی تھی... اور کب جانور  
کھال ختم ہوتی تھی اور کب اُس ستمبر کی سرد رات میں... نونگھم کے رابن ڈب کا مل  
قریب... ایک ڈھلوان پتھریلی گلی کی دیوار سے نیک لگائے... اور وہ دیوار سے لگتی نہ تھی اور  
مشابد شرمندگی سے پیچھے ہٹتا تھا۔

سمور کے کوٹ کو اگر پیدا آتا ہے تو اس میں گرم ملک تو نہیں ہوتی۔

”مجھے شک تھا کہ تم اکیس برس کے نہیں ہو — اور تم نہیں ہو“

”میں ہوں —“

”تھیں... اگر تم ہوتے تو فائدہ انھاتے۔“

کوکی نے ہولے سے دستک دی، پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا — کچھ دیر انتظار کیا  
آگے ہو کر ذرا زور سے دروازہ کھٹکایا۔ پھر پیچھے ہوا، آواز کے لیے کان لگائے، کوکی  
بولा۔ پھر اس نے مشابد کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر دیہرے سے پینڈل کو ٹھہرا  
کرے کے اندر جھانکا۔

”وہ تو نماز پڑھ رہا ہے —“ اس نے آہنگی سے دروازہ پھر بند کر دیا۔

”کونسی نماز —“ مشابد نے گھری پر نگاہ ڈال کر جلدی سے حساب لگانے کا

ونت — کونی نماز پڑھ رہا ہے؟"

"مجھے کیا پتہ کونی نماز.... میں تو عید کے عید پڑھتا ہوں" کوکی نے گردن کھجاتے ہوئے بے آرام شرمندگی سے کہا "گراف پپر کسی اور سے مانگ لیتے ہیں — آؤ۔"  
وہ ابھی لینڈنگ تک پہنچتے تھے کہ انہیں اپنے عقب میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔  
"مسٹر کوکی، مسٹر مشاہد آپ لوگ میرا دروازہ کو بجا لیا؟" چوڑے منہ ماتھے والا گندی رنگ اور گھنگھری لے بالوں والا محمد مقدس علی عام مشرقی پاکستانیوں کی نسبت مضبوط تر کاٹھ کا تھا، ان کا کلاس فیلو تھا اور اسی لیے وہ دونوں اس کے پاس آئے تھے۔

"بنگالی ببا —" کوکی نے حسب عادت سگرت کو انگلیوں میں پھنسا کر مٹھی کو منہ پر جا کر ایک زور دار سوتا لگایا اور دھویں کی دو تیز آبشاریں نہتھوں میں سے خارج کرتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اپنی چوڑی مسکراہٹ سے اُسے نوازتا ہوا بولا۔  
"گراف پپر چاہئے۔"

"کیا کرے گا؟"

"یہ مشاہدی جو ہے یہ ننگ مٹھیں کی ذرا ننگ نہیں بنا سکتا۔ خاص طور پر نیدر لزر کے ہبک ٹیڑھے بنادیتا ہے... اسے سکھاؤں گا — اور میرے پاس گراف پپر نہیں ہے۔"  
"بہت ہے —" مقدس کمرے میں گیا اور فوراً واپس آگیا "یہ بہت ہے؟"  
"بہت ہے —" کوکی نے گراف پپر گئے اور فائل میں رکھ لیے "سوری تمہارا پریز نائم تھا تمیں ڈشرب کیا۔"

"نور مائنڈ —"

مقدس کمرے میں واپس جانے لگا تو کوکی نے پھر گردن کھجائی "یار بنگالی ببا... یہ تم کونی نماز پڑھ رہے تھے؟"  
"نیدر دعا —"

"یہ کونی نماز ہوتی ہے مقدس؟" مشاہد نے پوچھا۔  
"یہ کسی کے لیے اگر دل بہت دکھتا ہے تو اُس کی کامیابی اور سلامتی کے لیے نماز پڑھتا ہے۔ اسے صلوٰۃ حاجت یا صلوٰۃ دعا بولتے ہیں — آپ نہیں جانتے؟"  
"اچھا..." کوکی نے ایسے سرہلایا جیسے صلوٰۃ دعا پڑھنا اس کی زندگی کا معمول رہا ہو، ایک اور سوتا لگا کر اس نے مقدس کے گال کو چھوٹتے ہوئے اپنی مسکراہٹ مزید چوڑی کر

دی ”تو کوئی گوری پھنساوے گے... اپنی کامیابی کے لیے دعائیں مانگ رہے ہو۔ یار بھی  
یہ نونکا بتا دو میں بھی نمازیں پڑھنے لگوں گا۔“ کوکی ہنسا اور پھر اس نے مقدس  
چرے کو دیکھا جس پر ایک سیاہی تھی جو یہ کہتی تھی کہ جو تم کہتے ہو وہ مجھے پسند نہیں  
اور کوکی فوراً سنجیدہ ہو گیا کہ وہ چرے پڑھنا جانتا تھا ”کس کے لیے دعا کر رہے ہو تو مقدس  
مقدس نے اپر چھٹ کی طرف دیکھا اور مشاہد نے اُس کی آنکھوں کو بھرا  
دیکھا ”بہت مصیبت ہے مسلمانوں پر مشرکوکی۔ یہ جو بدماں ہے آنکھوںی ایمان ان  
اور اس کے بدماں ساتھیوں نے، فرانس والا اور بدجنت اسرائیل والا نے مل کر ہمارے  
پر حملہ کر دیا ہے۔“

”اچھا؟“ کوکی نے مشاہد کی طرف دیکھا ”کب؟“

”یہی دیش پر آیا ہے سب بدماںی۔ پورا ہوش کا شوؤنٹ اوہر کامن روڈ  
بیخا تھا جب نیوز میں انہوں نے دکھایا کہ یہ بدماں لوگ نہر سویز کو نیشاں لے کر نے کافہ  
برداشت نہیں کیا اور حملہ کروایا سب شیطان لوگ نے۔ اور پیراشوت والا فوج آئی  
پورٹ سعید میں اور اسے بالکل برپا کر دیا۔ تو میں کامن روڈ سے اُنھیں آیا کوکی مالی میں  
— ہم رونے لگا پر ان کافروں کے سامنے ہم نے اپنے کو روک دیا کہ وہ سب بہت خدا  
تھا انگریز لوگ تو ان کے سامنے ہم نے سوچا کہ محمد مقدس علی مسلمان کا عزت ہے ان  
سامنے نہیں روئے گا اللہ سے مدد مانگے گا۔ اس لیے صلوٰۃ دعا پڑھ رہا تھا مصری بھائی  
کے لیے۔“

کوکی کے ہونٹ جو ہیشہ تھوڑے سے ذھیلے رہتے تھے مزید لٹک گئے اور ان  
اوپر دانت نظر آنے لگے۔ اس نے جلدی سے سُگرٹ بھا دیا جیسے وہ کسی چرچ کے  
داخل ہونے کو تھا۔ مشاہد نے متعدد بار اپنی گل کو ناخنوں سے کھڑا اور سر جھکالایا۔  
بہت دنوں سے جمال عبد الناصر نیوز میں تھا۔

بہت دنوں سے نہر سویز نیوز میں تھی۔

اگرچہ ناصر بار بار کہتا تھا لیکن دوسری جنگ عظیم کے گھمنڈ میں مغرب یہ سُلا  
نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسا کر دکھائے گا۔ سویز فرانس کی ملکیت ہے... جیسے انڈونیشیا نہیں  
جاںدا ہے، کانگو، نیلجمیم کے شاہ کی ذاتی ملکیت ہے... فلاں معابرے کے تحت فلاں  
سک میں الاقوامی قانون کے مطابق۔ سویز فرانس کی ہے۔

اور جس روز جمال ناصر نے سوریز کو قومیانے کا اعلان کیا تو اس روز کوئی بھی اس پر پہنچنے کے لیے کو تیار نہ تھا — بے یقینی کے بعد اب ملتا ہوا نفرت انگیز غصہ آیا اور ایک چھپر کو پہنچنے کے لیے ہاتھی حرکت میں آگئے۔

یخچ ہوشل کے کامن روم میں طالب علموں کا ایک بین الاقوامی اجتماع تھا... ہانگ ہانگ کے چینی — انگریز، فرانسیسی، ہندوستانی، پاکستانی، اطالوی... ویسٹ انڈیز... اور یہ سب نازہ ترین نیوز بلین کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ برطانوی لڑکے، ٹویڈ جیکٹس اور سوئڈ شوڑ اور شاند پاپ بھی، کرسیوں سے نیک لگائے اطمینان سے بیٹھے ٹیلی ویژن کی سرکاریں کو سکراتے ہوئے دیکھتے جاتے تھے۔ جب کبھی اتحادی فوجوں کی شاندار کامیابی کی کلی رپورٹ فلیش ہوتی تو وہ صرف ایک نظر سب کی طرف دیکھتے کہ یہ تو ہونا تھا... ایک نذری عمل جاری ہے.. اور یہ ناصر — وہ تینوں بھی یخچ آترے اور کامن روم کے ہجوم میں جگہ بنا کر اوہرہ اور جمال نشت ملی، بیٹھے گئے۔ نیوز بلین ختم ہوا تو ٹیلی ویژن آف کر پا گیا۔

ایک بڑی — خصوصی یہودی ناک والا لڑکا امبرتو — احتلیک بدن، پستہ قد اور سڑیں کم از کم آٹھ زبانوں پر عبور رکھنے والا یہودی امبرتو... میرا باپ اطالوی ہے اور میں فرانسیسی... جرمنی میں بھی رشتہ داری ہے، کچھ پولش بھی ہیں جو یہش بولتے ہیں... میروہم سب سیکھتے ہیں زیور پڑھنے کے لیے۔ اسرائیل میں دو برس سکول میں گیا تو مقامی رہا سے عربی سیکھ لی۔ ایک خالہ روں میں ہیں — اور انگریزی تو میں بول ہی رہا ہوں۔ اور حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ اپنے مطالعے کے زور پر لامہ ہب ہو چکا تھا اور اس کے باوجود وہ اول تا آخر یہودی تھا۔ کانج کے لڑکے اس کے ساتھ بحث میں الجھنا مناسب بلند کرتے تھے صرف اس لیے کہ اُسے بے شمار علوم پر عبور حاصل تھا اور وہ لختے میں کلیتیج پر پہنچ جاتا تھا... ”دی آئریز — دے آر کاؤرڈز۔“ اُس نے میز پر مکہ نار کر لیا اور پھر ہتھی پھیلا کر سب کی جانب دیکھا ”وہ اتنی تیزی سے ہتھیار ڈال رہے ہیں لے اسرائیل فوجی اُن کے ہتھیار انھا نہیں سکتے... ہم صحراۓ سینا میں پیدل چلتے ہوئے سیر رہتے گئے ہیں... وہ بھیزوں کی طرح بھاگ گئے... میرے لفظ یاد رکھنا اگلی صدی — اسرائیل کی ہے۔“

”جب اسرائیل کسی کی پشت پناہی کے بغیر تن تھا کسی عرب ملک سے لڑے گا تب

ہم مان جائیں گے۔“

امبرتو نے جو ایک عظیم تر اسرائیل کے خواب کو اپنے سامنے میلی ویژن بنتے دیکھ چکا تھا ایک رخی جانور کی وحشت سے پلت کر دیکھا کہ کون بولا ہے... ا تھا... نوجوان پاکستانی جو اس کی آنکھوں میں ایک سپاٹ احساس کے ساتھ بے خوا رہا تھا ”ایک غریب اور پسمندہ ملک پر تین سپرپاورز کا جملہ... اُس ان بیداریست ”ان بیداریست؟“ — ”رویلینڈ بہت حیران ہوا کیونکہ پورے کامن رواہ مخمور سرت اور ناقابل تفہیم فتح کی کیفیت تھی اور یہ مشرقی لڑکا کچھ اور کہ رہا تو ایک فرانسیسی لبرل تھا لیکن سویز کی نیشنلائزیشن نے اس کی لبرل ازم کا گلا گھونڈ وہ اپنی اس آبائی جائداد کی واپسی کے لیے مصر کی مکمل تباہی اور بیشتر عربوں کو مار حق میں اب قانونی اور اخلاقی جواز پیش کرنے میں سب سے آگے تھا اور مشاہدہ نہ صرف متعجب ہوا تھا بلکہ اسے شدید ڈکھ پہنچا تھا ”دی سویز — ایز فرجیع“ اس سکید کر کہا ”ناصر ایک لشیرا ہے۔ ہم اسے قانون توڑنے کی سزا دے رہے ہیں۔ رہے ہیں۔ دشمن آں...“

”اولڈ مین لیڈن نے بالآخر درست سمت میں قدم انٹھایا ہے — ”بلہ نہایت بردبار اور غیر جذباتی تھا ”ناصر نے بین الاقوامی قانون کی خلاف درزی کے ہمارا مہذب اقوام کا فرض ہے کہ قانون کی سرپلندی کے لیے مناسب اقدام کیے ۔ صرف اور صرف قانونی حیثیت کا مسئلہ ہے... ناصر کو کیا حق تھا کہ وہ سکندریہ کے کھلے عام سویز کو اپنی جاگیر بنا لینے کا اعلان کرتا...“

جیک سیکڈ و گل جو اگرچہ ایک تعصب زده سکاٹ تھا اور ہمیشہ ساتھی انگریز دکھانے کی لگر میں رہتا تھا آج اس کی بھی فریکوئنسی بدی ہوئی تھی ”میں تم نے کہ کتنی آسانی سے پورٹ سعید کی ایئٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے... اور یہ لیڈ... ماہنڈ یوسکا لش لیڈ زیر اشوں سے وہاں اترے ہیں تو میں تمہیں سچ بتانا ہوں“ مصری اپنے سورپے چھوڑ کر فرار ہو گئے — ہاں — اپنی لاشوں کی بجائے اپنے بوٹ پیچھے چھوڑنا زیادہ بہتر جانا —“

اس پر ایک ہلکا سامنڈب تقدیس بلند ہوا۔

”آئی ایم میلنگ یو —“ جیک جیسے خود محاذ جنگ سے واپس آیا۔

صری نوجی تھے وہ ڈگ ان تھے اور پیرا شوت رجمنٹ کو نیچے سے مرغایوں کی طرح شوت  
رکھتے تھے لیکن... وہ یا اللہ یا اللہ کہتے بھاگ گئے... یہ جو موزلم ہیں، محمدان... یہ سب ایسے  
ہوتے ہیں۔"

"ڈونٹ سپیک۔ ڈونٹ سپیک۔" مقدس یکدم کھڑا ہو گیا اور اُس کا چہرہ سرخ  
لارہ ہو رہا تھا "وس میز ماکی ریلمجن... اینڈ یو... یو..." وہ انگریزی میں زیادہ روائی نہ تھا بلکہ  
بالکل روائی نہ تھا اور اُس نے بے چارگی سے مشابہ کی طرف دیکھا "ان کو بولو کہ ہم موزلم  
ہیں... الحمد للہ... ہمارے خلاف بات کرے گا تو ہم جان دے دے گا۔ بولو..."  
"مسلمانوں کے حوالے سے بات مت کرو جیک..."

"لیکن میل۔ وہ بھاگ گئے مورپھے چھوڑ کر۔ میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہ  
کہ ہے۔"

"ہو گا۔ لیکن ڈونٹ ناک اباٹ مسلم۔"

"یا۔" نائجیرین مہدی محمد بالآخر ایک درشت لمحے میں بولا "مسلمانوں کی بات  
مت کرو۔ کیونکہ میں ہوں... اور ڈونٹ ناک اباٹ محمد۔"

"ٹھیک ہے۔" جیک نے ان کے تیور دیکھے تو جان گیا کہ اسے اب کچھ نہیں  
کہنا چاہئے "میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"لیکن میں کہوں گا۔" امبرتو کھڑا ہو گیا اور اس کے گھنٹے ہوئے بدن کے سامنے  
مہدی محمد بت ناتواں لگتا تھا "تاریخ کا ذکر کرنا کوئی جرم نہیں... ان عربوں نے اپنی زیستیں  
خود یہودیوں کے ہاتھوں فروخت کیں۔ دے آر گذ فار شمنگ... یہودیوں نے صحرا  
آبلو کیے، بتیاں تعمیر کیں اور... اگر تم بلندی سے نیچے دیکھو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ  
امراں ایں اور عربوں کی سرحد کوئی ہے... ایک جانب لش گرین فیلڈز ہیں اور دوسری  
طرف صحرا اور ریست... اور یہ ایریز... بلڈی بد و..."

ریلمجن... "ڈونٹ سپیک۔" مقدس پھر کھڑا ہو گیا "بد وؤں کو بلڈی مت کو... مائی

کامن روم کا دروازہ کھلا اور ہوشل کا وارڈن جیسے خطرے کی بو سو گھٹا اندر آگیا۔  
اس نے اپنی براؤن مونچھوں کو تاؤ دیا سکاچ زدہ زرد دانتوں کی خیریہ نمائش کی اور انگلی اٹھا  
کرنے لگا "لیڈز۔ انگلینڈ از اے فری کنٹری۔ لیکن تمہیں سیاسی اختلافات پر لڑنے

کی فریڈم نہیں ہے... بیک ٹو یور ڈزمز... پلیز۔“  
بادلِ خواستہ سب اٹھنے لگے۔

آج بھی ایک گلی ڈھند کارروائی فریب ان پتھر میں گلیوں میں تھا جو دریان  
راہ بن ہڈ کا سل کی جانب بلند ہو رہی تھیں۔....

سریش لائس بھی قدیم وضع کے لمپوں کی شکل میں تھیں اور جملے  
صدر دروازے کو راستہ جاتا تھا وہاں ایک یمپ کے نیچے حفاظتی دیوار سے نیک لگا  
جوڑا دلدل کی صورت میں تھا اگرچہ ڈھند کی وجہ سے کم دکھائی دیتا تھا۔ یہاں  
گلیری نما راستہ جو قلعے کی فصیل کے گرد مل کھاتا ہوا جا رہا تھا اس پر چلتے ہوئے منہ  
لگا اور ڈھند میں اس کا سانس بھی سفید بھاپ کی طرح الگ نظر آنے لگا۔

وہ اس اصطبل نما سیاہ ڈھویں سے کالے سیاہ ہونے والے شہتیروں کو  
والے قدیم شراب خانے میں داخل ہوئے تو لکڑی کی بے آرام لیکن تاریخ زدہ کو  
بہت دیر سے منتظر اُرسلا اور اُنگے نے اپنے تحکمتے ہوئے بدنوں کو ذرا پسلو بدل کرنا  
اور انہیں متوجہ کرنے کے لیے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے۔ کاؤنٹر پر رکھے ٹیلی ویژن  
کر اُس کے بارے میں ایک نیوز بیٹھن چل رہا تھا لیکن آواز بہت مدھم تھی۔

”ہا۔“ کوکی دونوں بازو ایک شکرے کی طرح پھیلائے اپنی بلند  
مسکراہٹ سجائے ایک بہت عمدہ گرے سوت اور اوور کوٹ میں اور مفلک کو لاپروا  
گردن میں ڈالے اُن کی طرف بڑھا اور پہلے اُنگے کو گلے لگا کر اُس کے رخبار  
پڑھور بوسہ دیا اور پھر اُرسلا کا ہاتھ تھام کر اُس کی ہتھی کی پشت پر اپنے باعثت  
چھوئے ”کیا ہم تاخیر ہے آئے ہیں؟“ اُنگے کی آنکھوں میں بہت کچھ چمک رہا تھا  
لاچارِ محبت میں مبتلا لڑکی کی طرح کچھ بے وقوف سی ہو رہی تھی اور اُس کے بلند  
شرارے پھوٹ رہے تھے۔ اُرسلا، مشاہد کی جانب دیکھ رہی تھی اور اس یقین کے  
دیکھ رہی تھی کہ یہ لڑکا اکیس برس کا ہرگز نہیں ہے ورنہ یہ بھی اپنے دوست کا  
آتے ہی کم از کم میرے رخسار پر ایک ہلکا سا بوسہ تو ضرور دیتا۔

”آپ کیا پیس گی؟“ کوکی نے پوچھا اور وہ اب تک ضبط کئے بیٹھی رہی  
کیونکہ انگلستان میں انگریزی سیکھنے کے لیے آنے والی غیر ملکی لوگوں بجٹ کے معاون

بہت ہاتھی ہیں اور ان کی دل خواہش ہوتی ہے کہ کوئی مناسب ذیث انہیں ایک شام کے لئے باہر لے جائے اور ان کی ڈل روٹین میں دراز ڈال دے۔ پاکستانی عام طور پر اس ٹھوار فریضے کے لئے از حد پڑ جوش ہوتے ہیں۔

پیر پلیز — ”انگے نے کوکی کی جانب ایک بھیڑ کی معصومیت سے دیکھا، ایک بھیڑ جو جلد ذبح ہو جانا چاہتی ہو۔

”میرے لیے سکاچ — پلیز — آن راکس“ اُر سلا بولی۔

”اوہو — ”کوکی نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا“ یو آر اے بگ گرل — اور تم

بل؟“

”آ — اور نج جوس.... پلیز“

دونوں لڑکیاں یکدم چپ ہوئیں اور پھر اپنے بلانڈ بال جھٹک کر ہٹنے لگیں کوکی لئے بھی دانت نکل دیئے ”یو آر اے بگ بوائے مشیل — بی اے بگ بوائے.... بیسیز؟“ ”نہیں۔“ مشاہد نے فوراً کہا اور اس ”نہیں“ میں اُس کی ساری پرورش تھی۔ اُن کا گھر اور اس کے ماں باپ تھے۔ وہ رحل تھی جس پر زکھے سیپارے کو وہ آگے پیچھے لکا اور جھومتا پڑھتا تھا اور سارے خوف تھے گناہ اور ثواب کے اور — روزہ کھولنے کے لیے ٹکڑوں پر میں ہی بادام کوٹ کر ان میں دودھ ملانے کا عمل تھا اور — ایک کشش بھی نہیں۔

”کچھ بھی — ”بگ بوائے یا کسی اور نے بیٹھی ہوئی آواز میں کہا۔

اور وہ لیموں کے نچوڑ کے ساتھ سفید رنگت کا ”کچھ“ تھا۔

”انگلستان کے قدیم ترین شراب خانے میں... ہاں سب گائند بکس میں درج ہے مولن بیکسل کی یہ پہ سینکڑوں برس سے چلی آ رہی ہے اور انگلستان کی سب سے نامنوب ہے... تو یہاں شراب نوشی کا آغاز کرنا ایک بہت ہی مقدس عمل ہے — ”کوکی خصوصی طور پر اپنی بھیڑ پر نظر رکھتے ہوئے اپنا مگ اٹھا کر ایک پڑ جوش انداز میں نعروہ بھیڑز۔“

تمن چار گزر کے بعد — تمن چار لیموں کے نچوڑ کے ساتھ ”کچھ“ کے بعد —

اکیل بھرے پہ میں... سیاہ شہتیروں کے نیچے۔ ایک گرم اصلی نما شراب خانے میں کوکی مکوکر ہوا اور اس کی آنکھوں میں آنبو تھے ”مجھے... یوں تو یہ درخواست تکمل

تھائی میں کرنی چاہئے...“ اس نے انگے کا ہاتھ پکڑ کر اُس کی نیلی خمار آکر دیکھتے ہوئے کہا ”لیکن — مجھ میں مزید انتظار کی سکت نہیں ہے — اور یوں ہم — اور مشیل تم — گواہ رہنا — کہتا میں یہ چاہتا ہوں کہ — لیکن اس سے جانب سے ایک ایک اور ڈریک — ” وہ ڈولتا ہوا اٹھا اور کاؤنٹر کی طرف چلا گیا بلیک اینڈ وہاٹ تیلی ویرین پر پورٹ سعید کے بلے اور بربادی کی تصویر رہی تھیں .... نرسوسز کے پانیوں میں اُن جمازوں کے ڈھانچے ساکت تھے جنہیں اتحادیوں کا راستہ بلاک کرنے کے لیے ڈبو دیا تھا۔

کوکی ایک ڈیشنگ ناٹ کی طرح چلتا ہوا اپس آیا اور اس کی انگلیوں ڈریکس پر ووئی تھیں ”چیزز — میلان یہ آئیز — اور بامز آپ ...“ سب لوگ ایک ہی سانس میں سب کچھ پی گئے۔

”تو میں کہہ رہا تھا — ”کوکی کہہ رہا تھا ”آپ گواہ رہئے گا — ”اُن میں سے ایک — انگوٹھی برآمد کی ”مشیل جانتا ہے کہ یہ انگوٹھی — ” اُس آنسو پونچھا ”یہ انگوٹھی میری ماں نے — اور میں اپنی ماں سے کتنی محبت کر رہا ایک اور آنسو پونچھا ”تو یہ انگوٹھی میری ماں نے مرتب وقت مجھے دی تھی اور کہا کہنی سو برس سے یہ انگوٹھی ہمارے خاندان میں چلی آ رہی ہے۔ رے اس لیکا ہماری ہوبنے کے قابل ہو گی۔ جس کے ساتھ تم زندگی میں پہلی بار محبت میں ہو — اور انگے — ” وہ بہت ہی گلوگیر ہو گیا ”اور انگے .. وہ لڑکی تم ہو۔“

انگے ایک مسحور کی طرح بیٹھی آنکھیں جھکپے بغیر سن رہی تھی۔ اُن مسحوریت کے سکتے میں اپنا ہاتھ آگے کر کے ایک انگلی الگ کر دی۔ کوکی نے اپنے جذبات کو بمشکل قابو میں لاتے ہوئے اسے انگوٹھی پہنادی اور پھر اُر سلا اور مشاہدہ میں ایک ضرورت سے زیادہ طویل بو سہ اس کے لبوں پر شہت کیا اور اس بوستے کی بے چینی شامل تھی کہ وہ اب یہاں بیٹھنا نہیں چاہتی تھی، لیتنا چاہتی تھی اور اسے چاہتا تھا۔

تیلی ویرین پر ”پاکستان“ کا لفظ سنائی دیا۔

پاکستان — ہو کیترز اباؤٹ پاکستان — ڈھوان زدہ شہتیر اور ان میں سکاروں، سگر نوں اور پاپس کا دھوان — موٹی بدرنگ بھورنے بالوں والی دھیر

بھی ان کی تھل تھل چھاتیوں کو چھوتی تھیں — اور کون گارہا ہے، برنگ بیک مائی  
یہ بونی کون ہے... اور اسے کیوں واپس بلایا جا رہا ہے... ہو کیسز اباؤٹ  
لوئی — یہ بونی کون ہے... اور اسے کیوں واپس بلایا جا رہا ہے... ہو کیسز اباؤٹ

ملن۔  
اینکے کی سلگت آنکھیں صرف کوکی کو دیکھتی تھیں۔ وہ بیسر کا ایک گھونٹ بھرتی تھی  
بیرون کوکی کو دیکھتی تھی اور اگر ادھر ادھر دیکھتی تھی تو صرف اپنی انگلی میں جگمگاتی منگنی کی  
انگلی کو دیکھتی تھی۔

شراب خانے کا دروازہ جب بھی کھلتا تو باہر کی تجھ ہوا چروں کو اتنی دیر چھوتی جتنی  
یہ کھلا رہتا۔ دھنڈ کا ایک غبار بھی بے آواز ساتھ چلا آتا جو شراب خانے کے اندر ورن  
ادھت سے اپنی سفیدی فوراً کھو بیٹھتا۔ اُر سلا میں عام جرمن لڑکیوں والی بے تابی  
لے تھی، اُس کے چہرے اور بدن میں ایک ٹھہراو تھا جو انتظار کر سکتا تھا اور وہ انتظار کر  
تھی۔

مشابد بار بار اپنی آنکھوں کو ملتا کیونکہ ان میں دھواں اثر کرتا تھا اور اُر سلا دیکھتی  
کیا ایک ایک برس کا نوجوان اپنی آنکھوں کو اس طرح بچوں کی مانند ملتا ہے۔ اُس  
کے پوکاڑاٹ فرماں کا گلا بست نیچے تھا تا نیچے تھا کہ اُس سے نیچے نہیں ہو سکتا تھا۔ اور  
بھی مشابد اُس سے کچھ کھتاتا وہ آگے ہو کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہتی "ہاں میں  
—" اور جب وہ آگے ہوتی تو فرماں سے الگ ہو جاتی اور سفیدی اور روئیں دائروں میں  
بچکتے۔

اور وہ انتظار کر رہی تھی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں چلنا چاہئے —" اس نے مشابد کا بازو چھووا "کیوں  
نہیں"

سب کچھ دھویں اور دھنڈ میں تھا۔ یہ دھنڈ اُس کی رگوں میں اُتر کر ایک مخمور  
وٹ کر رہی تھی اور وہ اس کے لطف میں بھی تھا اور اس کے خوف میں بھی تھا۔ اُس کی  
آنکھیں پہلی بار یہ دیکھنے کے قابل ہوئیں کہ اُر سلا کی آنکھیں بست نیلی اور خاموش ہیں  
اور اس کے ہونٹ بست بھی ہوئے ہیں جیسے شرابریز بارش کے بعد ہوتی ہیں۔

وہاں جتنے بھی لوگ تھے وہ سب ایک خاص مستی میں تھے جو حدود سے باہر نہیں  
جا سکتی، ان کی آوازیں بھی ایک خاص سطح سے بلند نہیں ہوتی تھیں اور جب وہ گاتے

تھے اور وہ یعنی گارہے تھے کہ برلنگ بیک مائی یونی ٹوئی — تو ایسے، جیسے ایک دوسرے  
سنا رہے ہوں.... اس مدھم اور دھویں بھرے شور میں ایک مرتبہ پھر ٹولی دیرین پر  
”پاکستان“ کا نام لیا — ”  
ہو کیسز —

سامنے صرف اُر سلا تھی — اور بارش میں بھیگی ہوئی دو سڑا بیریز تھیں۔  
”کوئی اور اگلے کماں ہیں؟“

”انہیں گئے ہوئے بست دیر ہو چکی ہے مثل —“ اُر سلا کا ہاتھ تلی اور

تھا۔

”کماں؟ — کماں گئے ہیں؟“

اُر سلا نے پھر اس کا ہاتھ تھکا۔

”میں ہو شل کیسے واپس جاؤں گا؟“

”یو آر اے بگ بوائے۔ تم اکیلے ہو شل واپس جاسکتے ہو — کیا ہم بھی ٹیکے  
اُس نے مشاہد کے جواب کا انتظار نہیں کیا بلکہ انھی اور کرسی کی پشت پر برکتے ہو  
کوٹ کو انھیا یا اور پسندے لگی۔“

مشاہد بھی کرسی سے انھا اور اُس نے اوہرا وہر دیکھا۔ اُر سلا اُس کے قریب  
اُس کا بازو تھلا اور کہنے لگی ”کیا دیکھ رہے ہو؟“  
”میری برساتی —“

”وہ تم نے پس رکھی ہے ڈارلنگ بوائے —“

سامنے کاؤنٹر کے ایک کونے میں میلی دیرین پر متحرک تصویریں تھیں۔ اس نے  
جھنک کر انہیں پہچانے کی کوشش کی..... مشرق وسطی کے علاقے کے ایک ایک پہنچ  
رائے دے رہے تھے۔ انٹرویوو — پیرا شوت — عمارتوں کا ملبہ — نہر سوینٹلما  
ہوئے جہاز اور پورٹ سعید میں مسکراتے ہوئے اتحادی فوجی اور انھوںی ایئن۔  
بنجیدہ... اور ایک مرتبہ پھر ”پاکستان —“ نیوز کا شرکی آواز اس کے کانوں میں ٹھکرایا۔  
جیسے سرگوشیاں کرتی چلی جاوی تھی..... پاکستانی وزیر اعظم... حسین شہید سرور دی۔  
اتحادیوں کے ٹھملے کی حمایت کرتے ہوئے کہا ہے.... اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ  
سوینٹلے دے پاکستانی پر بیسیز... اینڈ زیر و پس زیر و ایکل ٹو زیر و...“

”یہ ہمارے وزیر اعظم کو کیا ہوا ہے؟“ اس نے اُر سلا کا بازو پرے کرتے ہوئے کہا  
کہون زیر وہے؟... سب عرب... ہم؟... کون زیر وہے؟“

”یہ سیاست دانوں کی باتیں ہیں میل، ہمارا ان سے کیا تعلق — تمہیں پتہ ہے  
کہ تم سے مخت کرتی ہوں اگرچہ تم اکیس برس کے نہیں ہو — آؤ اب چلتے ہیں۔“  
باہر دھنڈ بہت گھری ہو چکی تھی، اتنی گھنی کہ انہیں اُس گلیری کا ایک پتھر بھی  
ٹھیک نہیں دینا تھا جس پر انہیں چلتا تھا۔ کھدرے پھر وہ پر کہیں کہیں وہ ٹھوکر کھاتا تھا اور  
اُر سلا سے سنبھالتی تھی۔ قلعے کے پھانک کے ساتھ جو حفاظتی دیوار تھی اور جہاں ایک  
دیپ کی ناکافی روشنی دھنڈ کے سفید جال سے باہر نہیں جا پا رہی تھی وہاں اب وہ جوڑا  
روزہ تھا۔ اُر سلانے دیوار کے ساتھ نیک لگائی — اور اس کی رگوں میں جو دھنڈ اتر  
لی تھی اس کی متی میں راستے بہت تھے اور وہ میک اتنی شدت رکھتی تھی کہ اسے بار بار  
لے کر راستے سانس لینا پڑتا جو اس کے گرم پینے پر پھیلتا اور وہ نیچ میں سے سمٹ جاتی۔

”لبی جملہ —“

”ہو کیسرز — زیر و پس زیر و — از — برابر ہے زیر و... یہ کیسا بیان ہے... میں  
بڑو نہیں کرتا لیکن...“

”تم نے ایک مدت سے ناخن نہیں کائے —“

”ہو کیسرز —“

اندھیرے کنوں کھدروں میں ثارچ کی روشنی ڈالتے، چیک کرتا ایک بالی چلا گیا۔  
میک چدھیا گئیں اور پھر تاریکی ہو گئی جس میں لیپ کی روشنی دھنڈ میں دفن ہو رہی  
تھی۔

”میل —“ اس کے کانوں کی قربت میں اس نے سرگوشی کی ”آؤ گھر چلتے  
ہے۔“

انہیں بہت آہستگی سے۔ چوروں کی طرح، کارٹون کرداروں کی طرح بیجوں پر چلتے  
ہے سانس روکے ہوئے، ہر سیڑھی پر قدم رکھتے اپنے آپ کو ساکت رکھتے ہوئے اوپر  
اپا اکار سخت گیر لینڈ لینڈ بیدار نہ ہو جائے...  
اسے قلعی طور پر علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہے کیونکہ اُر سلانے از راہ احتیاط روشنی  
لے جائی تھی۔

”میں ہو شل والپس کیسے جاؤں گا۔“

”صح سویرے جب روشنی ہو گی تب۔“

زرا پیکل جنگلوں میں الی گیلی حدت ہے کہ اس میں سے دھواں انتہا ہے اکے اندر رُہنڈ میں سیڑھیاں اترتی ہیں جو ایک دلدل میں بدل جاتی ہیں... بلند درختوں سے بارش کے قطرے نیچے آتے ہیں اور راست دکھائی نہیں دیتا... جنگل گرین ہیں ابھی گرین ہوں... میں بزر کیسے ہو سکتا ہوں... ان میں جانے کے لیے گائڈ کی خدمت ہیں صرف اپنے آپ کو سنبھالنا ہے۔“

”تم کبھی کسی کی محبت میں مبتلا ہوئے ہو؟“

”ہاں... میں... سیمع... نہیں نہیں، صرف ایک لاکٹ تھا اور اس کے نیچے میں محبت میں مبتلا ہوا ہوں۔“

”وہ کون تھی؟“

”ایوا گارڈنر — تم اسے جانتی ہو؟“

”اُر سلا چپ رہی پھر اس کی دبی دبی نہیں تھی دی“ اسے کون نہیں جانتا تھا بہک گئے ہو۔“

”نہیں میں سچ کرتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں ابھی تک اس کے باڑی پہنچ مک ہے... ہاں واقعی۔“

”ڈونٹ بی بیلی۔“

”نہیں اُر سلا۔“ وہ انٹھ کر بیٹھ گیا ”تم بے شک سونگھ لو۔“ اسے انگلیاں اندھیرے میں اُدھر کیس جدھر اُر سلا کا چہرہ ہو سکتا تھا۔

”اُن میں جو مک ہے وہ یقیناً ایوا گارڈنر کی نہیں۔“

”تم نے اس کی قلم بھوانی جتناش دیکھی ہے؟“

”نہیں۔“

”میں نے انگلینڈ پہنچتے ہی جو پہلی قلم دیکھی تھی وہ ”بھوانی جتناش“ تھی۔ ایک منظر ہے جس میں مکان کو آگ لگ چکی ہے اور ایک سکھ کردار ایوا کو گود میا باہر لاتا ہے اور اُس کی جان بچالیتا ہے۔ کیا تم یقین کر سکتی ہو کہ یہ منظر ہمارے مینشن میں شوٹ ہوا تھا... ہمارے فلیٹ کی باون سیڑھیاں ہیں... میرا خیال کی

لب کو نہیں جانتیں، وہ ہمارے ہمائے تھے... ہاں واقعی وہ منظر میرے سامنے شوٹ ہوا

”اچھا۔“

”میں واقعی بیج کہہ رہا ہوں۔“

اُر سلا کار د عمل بست سرد اور بیزار ہو گیا ”کیا ہم بھوانی جتناش کے بارے میں کسی رفت گنتگو نہیں کر سکتے۔“

”بالکل۔“

گرم ڑاپیکل جنگلوں میں دستک... جمال زینہ زینہ اتر رہی ہے رات — رات لے زینے دھوں آلو د بارشوں میں اپنے منہ کھولتے ہیں اور ایک کائنات حرکت میں ہے ان یہ زمین ابھی سرد نہیں ہوئی اور ابھی جگہ جگہ لاواںہل رہا ہے اور اس پر دھوں معلق ہے اور زبان دُکھتی اور کثتی چلی جاتی ہے... تھہ در تھہ زینے تاریکی کے اندر رأتتے ہیں... بھٹل... ایک سرگوشی ہے اور اس کے برابر میں ایک اور سرگوشی ہے... زیر و پس زیر و... زینے لگتا ہے۔

”میل۔“

”زیر و پس زیر و ایکل ٹو زیر و۔“

”بیلی بوائے کیا کہہ رہے ہو؟“

”زیر و پس زیر و۔“ اُس کی آواز یکدم اپنا حصار توڑ کر بست بلند ہو گئی۔

”میل۔“ اُر سلا کی آواز میں ہراس تھا۔

”میں اُر سلا۔“ یہ دستک تھی اور لینڈ لینڈ کی آواز تھی ”اندر کون ہے۔“  
بلی اور بنا آسودہ آواز۔

ایک جانوروں والی جس تھی راستہ تلاش کرنے کی کہ میرا غار کدھر ہے — گھر لی ہے — اسی جس کے تابع وہ رات کے پچھلے پر بے آباد اور ابھی تک دُھنڈ کے بہ میں بھلا کوبلڈ سڑیں میں ٹھوکریں کھاتا چلتا رہا...  
جس دُھنڈ مزید گھری ہو چکی تھی اور شیر و ذ فارسٹ کے نزدیک اس میں وہ بھید اور گرا لانگتی ہیں اور وہ زندہ ہونے لگتے ہیں۔ دُھنڈ کے حصار میں سے نکل کر وہ قریب آنے

لگتے ہیں — اس خاموشی میں وہ اپنے قدموں کی چاپ سنتا جا رہا تھا اور اس چاپ میں کا ہندسہ سب سے بلند سنائی دیتا تھا۔

اس کے بدن میں تھکاوٹ تھی، کسی گند بلیڈ سے شیو کرنے کے بعد جیسے چلا چل دیا ہوتی ہے... شیروڈ جنگل کے ایک حصے میں ہوا چلنے سے ایک سرراہٹ ہوئی اور اُسی لمحے خاموشی پھر اتر آئی۔

”تم ایک کچے اور بیو قوف لڑکے ہو اور واقعی زیر و ہو اور میں تمیں پڑھ کرتی۔“ یہ آواز اس کی پُشت پر تھی جب وہ اپنی برساتی پین کر کرے سے باہر آ رہا تھا کیا نجت اور نیتہ نیتہ اُترنے والی رات کا رشتہ اتنا کچا اور عارضی ہوتا ہے۔

اس کے قدموں کی چاپ بلند ہو گئی...

شیروڈ جنگل میں ہوانے پھر ایک راستہ بنایا کر سرراہٹ کو جنم دیا۔  
اور قدموں کی چاپ جسے صرف دُھند سن سکتی تھی۔

اور زیر و ۔

پُس زیر و ۔

راز ایکٹل ٹو زیر و ۔

بٹ لے اور لکھتے اور سیاہ رنگ کے مفلان دونوں کے قدموں میں آ آ کر اُجھتے  
خواہ لارپ وہ صرت اور جوانی کے بخار میں پتے ہوئے چلتے تھے۔  
نیلے سفید دھاریوں والے تھری پیس سوٹوں سے مجھ کرتی ہوئی رسلک کی نیوی بلو  
بیال اور بائیں ہاتھ میں ناک سے ذرا بلندی پر ترچھے تھامے ہوئے پاسپ جن میں سے  
ہواں اُنھے مدت ہو چکی تھی۔ اس لیے بھی کہ انہیں بست دیر سے ہنسنے سے ہی  
بست نہیں ملی تھی بیماں تک کہ اُن کے سندے بیٹ پر جو ستائش بھری نظریں اُنھی  
میں وہ اُن کو بھی وصول نہیں کر رہے تھے۔

”نیں یار۔“ مشاہدہ نہ تا جا رہا تھا لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ بائیں ہاتھ میں<sup>۱</sup>  
مالاپ مناسب اور معینہ بلندی پر ہی فضامیں معلق رہے کہ یہی ان دو گ تھا۔  
”ہاں ہاں۔“ بابو نے دوبار سر بلایا ”رُستم کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔“

اور رُستم ایک ایرانی گدھ تھا جو ”آل گریکو“ کے ایک مخصوص کونے میں سر شام  
انیتھا تھا اور چھرے پر ایک بھید بھری دنائی طاری کر لیتا تھا، لا تعلق سا ہو کر، سیاہ چیشے کے  
شب میں اگرچہ اُس کی گدھ آنکھیں دکھائی نہیں دیتی تھیں لیکن ہر سوتاکتی تھیں۔ سفید  
ہمالی میں اور نفاست سے ترشی ہوئی فرقج کٹ داڑھی میں وہ خاصاً تبر اور گھری سوچ میں  
بیا ہوا لگتا تھا اور انہیں تب خبر ہوتی جب اس کا کونہ خالی ہوتا اور وہ کسی لڑکی کے ہمراہ  
ابے پاؤں بلکہ دبے بخوبی کافی بار سے نکل جاتا اور پھر اسے دبے بخوبی اپنے کمرے میں  
مغل کر لیتا کہ 1960ء میں ابھی تک وکٹورین اخلاقیات اور قیود کی گریں مضبوط تھیں۔

”اُسے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور جب وہ سب سے آخر میں اپنی دیزیز عینک آتارتا ہے  
درلٹکی کی جانب اندازے سے دیکھتا ہے اور ایک گریگوری پیک والی مسکراہٹ چھرے پر  
بیالیتا ہے تو اس سے زیادہ احمق شکل کا کوئی جانور روئے زمین پر نہیں پایا جاتا۔“  
”تمہیں کیسے پتے ہے یار۔“

”مجھے جوائے نے بتایا ہے —“

”ہوں —“ مشاہد ایک لمحے کے لیے ڈکا اور ”اوہ جوائے —“ کہ اور پھر چلنے لگا ”اور جوائے بی بی نے تمہیں اور کیا کیا بتایا ہے؟“ اے تھنگ آف جوائے از جوائے فار ایور...

جوائے اگرچہ ایریکا ٹراؤنگ سے بہت پسلے پیدا ہو چکی تھی اور ظاہر ہے ”فیز آف فلاںگ“ بھی نہیں پڑھ رکھی تھی لیکن وہ معاملات میں و تو میں ایریکا کی تھی۔ ابھی وہ من لب کا زمانہ دور تھا لیکن وہ ایک بال اختیار اور انتہائی فراخ دل لڑکا مشاہد اور بیاول کے اور شائد ایک دو اور غیر ملکی لڑکوں کے سوا وہ سب پر ہاتھ صاف تھی۔ ایریکا کی طرح وہ اپنے گیلے انڈر گارمنٹس سے وہ آنا تو نہیں البتہ نونگم گلیاں بآسانی صاف کر سکتی تھی اور پھر بھی گنجائش رہ سکتی تھی۔ ایک دو مرید گلیے — ایک سیٹرڈے ناٹ پارٹی میں وہ بہت دیر تک مشاہد کو ایکسٹ کرنے کی کرتی رہی اور جب ناکام ہو گئی تو مشاہد نے اس سے بلا جھجک پوچھ لیا کہ جوائے آسان کیوں ہو؟ — میں آسان نہیں تم مرد حضرات آسان ہو۔ میں بہت کم ایسے ملی ہوں جنہوں نے میری پیشکش کو ٹھکرایا ہو۔ دیکھو میل میں پی ایچ ذی اکروز اور اس کے لیے جان لیوا اور شدید پڑھائی کرنی پڑتی ہے اور میں یہ ہرگز افروز نہیں کہ کسی ایک لڑکے کے ساتھ پسلے ڈینگ کروں، بچکانہ محبت کا اظہار کروں، سینما کی نشتوں پر سموچنگ کروں اور والٹائن ڈے کارڈز وغیرہ بھیجوں اور — وقت خالی اور چونکہ میرے بدن کی کچھ بیالوجیکل نیڈز ہیں چنانچہ میں کوئی ایک لڑکا پسند کر لتا اور اُسے جا کر براہ راست آفردے دیتی ہوں کہ اگلے دس منٹ میں ہم دونوں بسترہ سکتے ہیں... میں منٹ میں، اگر تمہارا گھر زیادہ دور ہے — دراصل میں تم لوگوں ایکسپلائے کرتی ہوں اپنے فائدے کے لیے اور چونکہ تم اس وقت موڈ میں نہیں ہو گرل فرینڈ کا انتظار کر رہے ہو جس کا بدن شائد مجھ سے بہتر ہے اس لیے میں گھنٹھریا لے بالوں والے ہوئے پاکستانی لڑکے کے پاس جا رہی ہوں — لیکن ”اوہ فیکٹری مزدور ہے اور ان پڑھ ہے.. اور... جوائے نے اسے شرارت سے چھوڑا اور کہنے میں نے اس سے کوئی لیٹر ناپ نہیں کروانا... جوائے یقیناً ایریکا سے کنی قدم آگئے اس کی مشہور فلاسفی ”زپ لیس...“ کو اس سے بہت پسلے اختیار کر چکی تھی۔

”اور جوائے بی بی نے تمہیں اور کیا کیا بتایا ہے؟“  
 بابو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے مسلسل ہنس رہا تھا ”روشم عینک آنار پکا تھا... اور وہ  
 بہن ظاہر ہے سب سے آخر میں آتا رہتا ہے اور جوائے باتحہ ژوڈم میں سے باہر آ رہی تھی  
 اور روشم باتحہ پھیلائے ایک اب سڑک مسکراہٹ کے ساتھ چُتنی آنکھوں سے اُدھردیکھ رہا  
 تھا جو اس کے خیال میں اس کی آرزو کھڑی تھی اور وہ پتہ ہے کیا کہہ رہا تھا اور ذرا گا کر  
 قاعدہ هر اس کے خیال میں اس کی آرزو کھڑی تھی اور وہ پتہ ہے کیا کہہ رہا تھا اور ذرا گا کر  
 کہہ رہا تھا — کم ٹوہی... او ماںی ڈارلنگ کم ٹوہی — مائی ڈارلنگ جوائے نے کیا  
 کیا — کپڑے پہنے اور پچکے سے اس کے کمرے سے باہر آ گئی اور وہ خالی باتحہ پھیلائے کہ  
 ”اہمی ان میں آئے گی مسکرا رہا تھا اور بے حد گرم جذبے کے ساتھ گائے چلا جا رہا تھا، کم  
 ٹوہی... او ماںی ڈارلنگ کم ٹوہی —“

”واقعی اے تھنگ آف جوائے از جوائے فار ایور —“ مشاہد نے ایک مرتبہ پھر  
 اپنے طویل مفلک کو اٹھا کر گردن کے گرد لپیٹا اور ناک کے اوپر معلق پائپ کو نیچے کر کے  
 ایک کش لیا۔ اس نے ہونٹوں کو سکیر کر اُن میں سے برآمد ہونے والے متوقع دھویں کو  
 دیکھنے کی کوشش کی ”بجھ گیا ہے — بابو پیل یہ جو تمہاری ضد ہے ناں کہ ہر سندھے ہم  
 دوںوں ایک جیسا لباس زیب تن کر کے رابن ہڈ کا سل کے راستے دریائے زینٹ تک پیدل  
 لرج کریں۔ میری سمجھ میں نہیں آتی... آخر ہم سگار کیوں نہیں پی سکتے — پائپ بھیشہ بجھ  
 جاتا ہے۔“

”پائپ بہت ضروری ہے چوہدری... اس لیے کہ پی۔ جی۔ ڈڈہاؤس....“

”نو سور ڈڈہاؤس —“ مشاہد نے فوراً اپنے قدم روکے اور دھمکی دینے کے  
 انداز میں اس کے سینے پر انگلی رکھ دی ”اس کم بخت ڈڈہاؤس نے میری زندگی برباد کر دی  
 ہے۔“

ڈڈہاؤس اس ہندو نیچے کی کلیش تھا۔ وہ اس کے کرواروں کے لباس، خوراک،  
 بیل جال اور Isay Jeeves کا مرید تھا۔ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ  
 چاہے صرف ایک دن کے لیے لیکن اُسے چیزوں جیسا بلر مل جائے۔ پائپ ناک سے کتنی  
 بلندی پر معلق رکھنا چاہئے شائد یہ بھی ڈڈہاؤس کی ہدایات کے مطابق تھا۔

”بیا تم چلو تو سی... گولڈی انتظار کر رہی ہو گی۔“

گولڈی کے نام پر مشاہد کا مودود بھی قدر رے بحال ہو گیا ”وہ ہمیں اکاموڈیٹ کرے

گی نا؟"

"بالکل۔ بچھ جائے گی ہمازے سامنے۔ تم چلو تو سی۔"

شیر و ڈفارسٹ کے قریب گولڈی کا کھوکھا تھا۔

گولڈی — ستربرس سے زائد سرخ تحلیل چرے اور بھورے گولڈی جس کی آنکھیں کبھی نیلی جھیلیں ضرور ہوتی ہوں گی لیکن اب گدے؟ تھیں بابو کو دیکھ کر کھل اٹھی۔ چونکہ اس کا کھوکھا بہت چھوٹا سا تھا اس لیے طرح باہر آ کر کھلی اور بابو کو شکنخ میں لے کر "مائی سویٹ بے بی" کہہ کر خوب فو بابو ذرا بدحواس ہو گیا کیونکہ وہ اس قسم کے والہان استقبال کے لیے ہرگز تیار نہیں مشاہد کی ناک نے البتہ اُسے خبر کر دی کہ گولڈی گرمیوں کی اس صاف اور آسان والی سندھے مارنگ میں گیارہ بجے بھی "ٹھن" ہے اور اسی لیے یہ تفصیل لا کے حصے میں آ رہا تھا۔

"یہ میل ہے میرا پاکستانی دوست۔" بابو نے سنبھلنے کی کوشش کر

کرنا۔

"اچھا تو یہ میل ہے۔" کہہ کر گولڈی مشاہد کی طرف بھی آئی لیکن مذہ دفلائے کے لئے چوکس ہو چکا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے چنانچہ گولڈی اس کے ہاتھ پکڑ کر صرف ایک دو سرد آپس بھرنے پر ہی اتفاق کیا۔ "آہ میل مائی سونے گولڈی کے کھوکھے میں وہ سب کچھ تھا جو شیر و ڈفارسٹ میں سیر کرنے آئے والوں کو درکار ہو سکتا تھا۔ پچھر پوسٹ کارڈ۔ سگرٹ، سگار، سویٹس، سووینیرا بل مرمر۔ اور اس قسم کی الابلا۔

"ٹھیک ہے تم دونوں آج شام ہی شفت کر جاؤ۔ میں پچھلے پر تمہارے کم ڈسٹنگ کر دوں گی اور گل دانوں میں تازہ پھول بھی سجا دوں گی۔ یو آر لکی بولا۔ اتنا زبردست روشن اور بلند فرجع دندوز اور لکڑی کے فرش والا کمرہ، ایک ارالی بھی... اور شر کے عین مرکز میں اور پھر میں تمہیں ایسے ایسے ناشتے بن کر کھلاؤں گی۔ آر لکی۔" یہ آخری یو آر لکی کو بہانہ بن کر گولڈی نے مشاہد کی بے خبری سے فائدہ اور اس کے گل پر زبردست بوس دیا اور پھر اپنے آپ میں خوش بہتی ہوئی اپنے کم میں گئی اور اس میں بھر گئی۔ سویٹس فار مائی سویٹ ڈارلنگز... اس نے سویٹ چا

دیا رہ انہیں تھا ماریں۔  
”یار یہ تو بڑی خوفناک مائی ہے۔“ مشاہد نے رومال سے اپنے گال پوچھا۔  
”ایں پُرمًا چال سے آگے تو نہیں جائے گی۔“  
”نہیں یا...“

”اور تمہیں یقین ہے کہ ہم شوکت ہینڈسم کے گھر کی نسبت گولڈی کے کمرے میں زیادہ سکھی رہیں گے؟“  
”یقیناً۔“ بابا میں نے کرہ دیکھا ہے۔ کرہ کیا ہے ایک رائل ہل ہے۔ جس میں مرف میں اور تم ہوں گے اور گولڈی ہمیں ناشتہ سرو کر کے اپنے کاروبار پر چلی جایا کرے گی اور پھر وہ پورا گھر ہمارا ہو گا بابا۔ اور صرف چار پاؤں ہفتے کے یار۔ ہم واقعی خوش نہت لڑکے ہیں۔“

شوکت ہینڈسم یا عام لفظوں میں شوکت گنجے کو وہ میں بیزیز بھی کہتے تھے۔

وہ انگلستان میں سمجھل ہونے سے پیشتر لاہور لوکو در کشاپ میں ریل گاڑیوں کے زبانے پینٹ کرتا تھا اور یہاں اپنا تعارف لوکو انجینئر کے طور پر کرواتا تھا۔ نو ٹنگھم کی کسی نیلگڑی میں وہ جو کچھ بھی کرتا تھا اس کے اور نامم اور اپنی کمینی کنجوی کے زور پر اس نے دو برس کے اندر اندر قططوں پر ایک پڑانا و کثوریں گھر خرید لیا تھا اور اب باقاعدہ لینڈ لارڈ کھاتا تھا۔ مشاہد اور بابو ان دنوں ہو شل کی زنجیروں سے آزاد ہونا چاہتے تھے۔ لگے بندھے شیدیوں کی پابندی میں زیادہ ایک برس بندھا جا سکتا ہے لیکن اُس کے بعد آزادی کی طلب ہوتی ہے۔ چنانچہ شوکت گنجے کی چرب زبانی کرائے دار کے طور پر انہیں اُس کے گھر لے گئی۔ انہیں پہلے روز ہی احساس ہو گیا کہ غلطی ہو گئی ہے۔

شوکت گنجا ایک کامن تھیفت تھا۔ اُس کے پاس ایک ماشر کی تھی اور جونہی وہ دونوں کمرے سے باہر نکلتے وہ اُن کا تالہ بھول کر اُن کی ایک ایک شے سو گھنٹا، پر کھتا اور کوئی ایسی چیز غائب کر دیتا نہیں فوری طور پر مس نہیں کیا جاتا۔ ایک شام وہ دونوں باہر ٹکٹ۔ گلی کے کونے پر مشاہد کو یاد آیا کہ وہ اپنی ٹیلی فون ڈائری میز پر بھوول آیا ہے۔ وہ واپس گیا تو کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور شوکت گنجا اس کے سوت کیس میں ہاتھ چلا رہا تھا۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟۔ ہی ہی۔ میں نے کیا کرنا ہے۔ شوکت گنجا کمال کا بلا غیرت شخص تھا اور مجال ہے کہ شرمندگی کا کوئی شائیہ اس کے پستہ قد بدن پر رکھے